بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزشتہ دس پندرہ برسوں سے خواتین کے مسائل اور اُن کے حقوق کے حوالے سے بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ سرکاری سطح پر ایک وفاقی وزارت، اور غیر سرکاری سطح پر متعدد تنظیمیں اور ادارے کام کر رہے ہیں۔ غیر سرکاری اداروں اور تنظیموں کی قیادت بالعموم اعلیٰ اور اعلیٰ متوسط طبقوں کی خواتین کے ہاتھ میں ہے۔

یہ تنظیمیں اعلیٰ ہوٹلوں میں سیمینار منعقد کرتی ہیں، (جن کے ساتھ غریب، پس ماندہ اور "مظلوم" خواتین کے نام پر اکٹھی کی گئی رقم سے پُرتکلف کھانے بھی شامل ہوتے ہیں)۔ اخبارات کے لیے پُردرد بیانات جاری کیے جاتے ہیں اور خواتین کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی خوبصورت باتیں کی جاتی ہیں۔ اخباری بیانات اور انٹرویوز کی سطح پر معاشرتی اور اقتصادی ناہمواریوں سے جنم لینے والے اُن حادثات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے جس کا شکار بالعموم پس ماندہ طبقے کی خواتین ہوتی ہیں۔ اس اندازِ کار سے خواتین کے مسائل حل ہونے میں تو کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوتی، البتہ ان تنظیموں کی قیادت کا تعارف وسیع تر ملکی و غیر ملکی حلقوں میں ہو جاتا ہے۔ بعض تنظیموں کی خواتین رہنما کبھی کبھار بڑے شہروں کی جدید سہولتوں سے آراستہ بستیوں سے اُٹھ کر کچی بستیوں میں سلائی مشینیں تقسیم کرتی یا کسی انڈسٹریل ہوم کی طالبات میں انعامات تقسیم کرتی دیکھی جاتی ہیں۔ بحیثیت مجموعی غیر سرکاری تنظیموں کا دائرہ کار ملک کی شہری خواتین تک محدود ہے اور وہ کروڑوں خواتین جو دور دراز دیہات میں زندگی بسر کر رہی ہیں، ان کے دائرہ کار میں شامل نہیں۔

خواتین کی فلاح و بہبود کے بارے میں جو کچھ بھی کہا جائے، اس کا آغاز ذہنی بیداری سے ہوگا اور ذہنی بیداری کا عمل تعلیم کا مرہونِ منّت ہے۔ سرکاری سطح پر جن دیہات میں گرلز اسکول نہیں ہیں، یا اگر سکول موجود ہیں تو مناسب سہولتیں نہیں، کاش خواتین کی بہبود کے لیے کام کرنے والی تنظیمیں ابتدائی تعلیم عام کرنے اور اسے مؤثر بنانے کے عمل میں شریک ہو سکیں۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ خواتین کی بہبود یا ماحولیات کی بہتری کے لیے جو تنظیمیں کام کر رہی ہیں، ان میں سے بعض مغربی غیر سرکاری تنظیموں کے ساتھ قریبی روابط رکھتی ہیں، اور اُن کے تہذیبی و ثقافتی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ کیا وطنِ عزیز کی خواتین کو ہم مغربی تہذیبی معیاروں کے مطابق زندگی گزارنے کا درس دینا چاہتے ہیں؟ جو تنظیمیں یہ مقصد پیشِ نظر رکھے ہوئے ہیں، اُن کی کامیابی کا امکان بہت کم ہے، تاہم اپنی روایات کے اندر رہتے ہوئے خواتین کے لیے کام

کرنے کی بڑی گنجائش ہے۔

یوں تو دیہی زندگی ہو یا شہری، خواتین کا بہت بڑا حصّہ کام کاج میں مصروف ہے۔ دیہی زرعی معاشرے میں خواتین زمین کی تیاری سے فصل کی کٹائی تک اور مویشیوں کی دیکھ بھال سے لے کر سماجی تقریبات کے اہتمام تک میں برابر کی شریک ہیں۔ شہری معاشرے میں بھی خواتین جو ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں، وہ کم پیداآور نہیں ہیں، تاہم مسیحی اقلیتی خواتین معاش کے حوالے سے اپنی برادری میں نسبتاً زیادہ نمایاں ہیں۔ صفائی کے شعبے سے قطع نظر نرسنگ اور تعلیم کے پیشوں میں مسیحی خواتین کا کردار نمایاں ہے۔ اسی طرح دفاتر میں بھی اُن کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

"جسٹس اینڈ پیس کمیشن" اور "انٹرفیتھ ڈائیلاگ" جیسی مسیحی تنظیمیں دوسرے مقاصد کے حصول کے ساتھ ساتھ خواتین کی تعلیم اور بہبود کے لیے بھی کوشاں ہیں۔ مارچ ۱۹۹۶ء میں ضلع سانگھڑ (سندھ) کے گاؤں "پادری جو گوٹھ" میں عالمی یومِ خواتین منایا گیا۔ "کرسچین وائس" (کراچی) کی اطلاع کے مطابق ایک سو پچاس سے زائد خواتین نے اِس تقریب میں شرکت کی۔ ابتدائی کارروائی کے بعد شریکِ اجلاس خواتین گروپوں میں بٹ گئیں اور اُنھوں نے معاشرے، دفتر، فیکٹری اور گھر کی سطح پر پیش آمدہ مسائل پر باہم تبادلۂ خیال کیا۔

مسیحی خواتین اِس لحاظ سے تعریف کی مستحق ہیں کہ اُنھوں نے بڑے شہروں سے دُور "پادری جو گوٹھ" جیسے گاؤں میں خواتین کے مسائل سے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔